بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

تاثرات

ہیگل نے ایک جگہ لکھا ہے کہ کلام کی کائنات فی الاصل کائنات کا کلام ہے۔ یعنی جو آپ کا تصورِ کائنات ہوگا وہی آپ کے کلام میں ظاہر ہوگا۔ یہ تصورِ کائنات کا لفظ ہم فلسفے کے اعتبار سے استعمال کر سکتے ہیں، مذہبی اصطلاح میں اسی کو تصورِ خلق کہیں گے، اور اسی لیے عیسائیت کے علاوہ دُنیا کے تمام بڑے مذاہب میں زبان اور بیان کا مسئلہ براہِ راست عقائد کے ساتھ وابستہ ہے۔ عیسائیت میں چونکہ مختلف اوقات میں مختلف زبانیں مذہبی مقاصد یعنی مناجات و دُعا اور بیانِ عقائد کے لیے استعمال ہوتی ہیں، اس لیے اس میں عقیدے کا براہِ راست زبان اور اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں سمجھا جاتا۔ آرامی اور سریانی سے یونانی تک، یونانی سے پھر آگے چل کر لاطینی اور احیائے علوم کے بعد ہر یورپی اور غیر یورپی زبان تک عیسوی تصورات بیان ہوتے اور ہر زبان کے مخصوص تصورِ کائنات کے مطابق ڈھلتے رہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت میں بنیادی عقائد کی تفسیر میں زبان کے عنصر نے اتنا بڑا کردار ادا کیا ہے کہ

پورے مذہب اور اس سے وابستہ تہذیب کا مزاج اور اس کا نظام ہی تبدیل ہوگیا۔

اب یہیں سے ایک اور فرق دیکھیے۔ عیسائی دنیا میں جہاں بھی گئے، انھوں نے پہلا کام یہ کیا کہ انجیل کا اس زبان میں ترجمہ کرکے انجیل اس کے بولنے والوں تک پہنچا دی۔ اس کے برعکس مسلمان جہاں بھی پہنچے، اُنھوں نے سب سے پہلے اس قوم کو عربی سکھائی، چاہے ناظرہ تلاوت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اس قوم کی زبان کو متاثر کیا، قواعد و ذخیرۂ الفاظ کے اعتبار سے اور رسم الخط کے اعتبار سے۔ عیسوی تصورِ کائنات مرکز گریز ہے اور اسلامی تصور مرکز جو۔ یہ فوقیت کی بات نہیں بلکہ نوعیت کا فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ سے اسلامی تہذیب کے دائرے میں رسم الخط کو بنیادی حیثیت حاصل ہوگئی اور آج بھی جب اسلامی تہذیب کے مرکزی مظاہر کی تلاش ہوتی ہے تو اس کا علاقہ وہی قرار پاتا ہے جو تحریری زبان کے سامی تصوّر کے تحت متشکّل ہوا ہے۔

عرب دُنیا میں مختلف لسانی ضرورتیں عربی زبان کے ہی مختلف علاقائی اوضاع سے پوری ہوتی ہیں، لیکن برصغیر کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ فرتھجوف شوآن نے لکھا ہے کہ برصغیر دُنیا بھر میں تہذیبی تعامل کے لیے مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں دُنیا کے قدیم ترین مذہب اور جدید ترین مذہب کی پیدا کردہ تہذیبوں کے درمیان تعامل واقع ہوا اور اس طرح انسانی تہذیب کا دائرہ اپنے نقطۂ توازن تک پہنچا۔ اس بات کو آگے بڑھایے تو اس کے مظاہر فنون میں برصغیر کی نستعلیق اور تاج محل کی شکل میں نظر آئیں گے۔ زبان و بیان میں اسی توازن کی پیداوار اردو زبان ہے اور سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کے مظہر کی حیثیت سے پاکستان۔

برصغیر میں مسلم قومیت کے شعور کا اظہار بنیادی طور پر انہی تین دائروں میں ہوا ہے ۔ جس طرح مسلم قومیت کا شعور کوئی وقتی سیاسی نظریہ نہیں بلکہ اس سرزمین پر مختلف عناصر کے تعامل سے پیدا ہونے والا ایک خاص تصورِ تشخص ہے، اسی طرح اردو زبان بھی اس علاقے میں ایک ایسا مرکزی لسانی وجود ہے جس کے اردگرد عربی اور فارسی آفاقی جہت کی اور علاقائی زبانیں گہری جذباتی اور انفرادی حیثیت کی نمائندگی کرتی ہیں ۔ لیکن رسم الخط کے واسطے سے ان کے اندر ایک ایسی وحدت پائی جاتی ہے جو انھیں ایک ہی تاریخی طرزِ احساس کے تابع رکھتی ہے ۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ مابعد الطبیعیاتی اعتبار سے مکان اصولِ کثرت اور زمان اصولِ وحدت ہے ۔ اسی لیے مسلمانوں کی تاریخ میں وحدت اور اس کے تحت تہذیبی دائروں میں کثرت پائی جاتی ہے ۔ اگر اس جہت سے غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ قیامِ پاکستان سے ایک صدی پہلے ہی برصغیر میں اردو کیوں مسلم قومیت کی مرکزی علامت بن کر ابھری تھی ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، صرف یہی تھی کہ اردو اسی مخصوص تاریخی عمل کی پیداوار ہے جس کا آگے چل کر ثمر پاکستان ہے ۔

کسی نے فنِ تعمیر کے ضمن میں کہا ہے کہ جب قومیں اپنی عمارتیں تعمیر کرتی ہیں تو وہ دراصل اپنے تصورِ کائنات کو سنگ و خشت میں ڈھالتی ہیں ۔ ظاہر ہے اس بات کا اطلاق تعمیرِ عمارات سے کہیں زیادہ مملکت کی تعمیر پر ہوگا ۔ پاکستان معاشی ضرورتوں کے تحت سرحدی حدبندیوں کا شاخسانہ نہیں بلکہ ایک پورے تصورِ کائنات کی تاریخی اور جغرافیائی تشکیلِ نو ہے ۔ یہ تصورِ کائنات انسانی تجربوں کے ایک طویل سلسلے سے

گذرتا ، اپنی اوضاع اور صورتیں تراشتا ، موجودہ صورت تک پہنچا ہے اور اس کے مختلف مراحل تاریخ کی کتابوں میں نہیں بلکہ زبانِ اردو کے تشکیلی عمل اور اُس کے اظہاری سانچوں کی یکتا نوعیت میں محفوظ ہیں ۔ اسی میں اس تصور کا ماضی سے تعلق اور مستقبل کا خاکہ دونوں پوشیدہ ہیں ۔

یہاں تک میں نے اجمالاً یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو کا مسلم قومیت کے شعور اور پاکستان سے کیا تعلق ہے ۔ مسلم قومیت کا شعور اس مملکت سے باہر بھی موجود ہے ، لیکن اس صورت میں اسے ایک ثقافتی حیثیت حاصل ہے ، اقتدارِ اعلیٰ حاصل نہیں ہے ۔ اسی طرح ان علاقوں میں اُردو کی ایک ثقافتی قدر موجود ہے ، انتظامی مصرف موجود نہیں ہے ۔ مسلم قومیت کے تصور کو اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہو جانے کا منطقی لزوم یہ ہے کہ اس کے بنیادی اظہار یعنی اردو کو انتظامی جہت بھی حاصل ہو جائے تاکہ مملکت کی تاریخ اور اس کے مقاصد جس تصورِ کائنات سے وابستہ ہیں ، اس کی انتظامی صورتیں بھی اسی تصورِ کائنات سے منسلک رہیں ۔ آج پاکستان کا بنیادی بحران یہی ہے کہ اس کے مقاصد کا تعین ایک لسانی ، مذہبی شعور سے ہوتا ہے اور اس کی انتظامی جہت کسی اور تصورِ کائنات کے تحت تشکیل پاتی ہے ۔ سیدھی بات ہے کہ دائرۂ علم کی وحدت دائرۂ عمل میں وحدت پیدا کرتی ہے ، چونکہ ہم لسانی جہت میں یکساں دائرۂ علم تشکیل نہیں دے سکتے لہٰذا دائرۂ عمل میں یک جہتی پیدا نہیں ہو سکتی ۔

یہ ساری گفتگو اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ایک بہت نازک موضوع جسے سیاسی مصلحتوں نے نازک تر بنا دیا ہے ، زیرِ بحث نہ آئے ۔

قومی زبان کی حیثیت سے اردو کا دوسری پاکستانی زبانوں سے کیا تعلق ہے یا ہونا چاہیے۔ جس طرح انسانی فطرت کے تقاضے متنوع ہیں اور اُنھیں پورا کرنے کے اسباب کثیر ہیں، اسی طرح معاملاتِ اظہار کے تقاضے بھی بہت ہیں اور کوئی ایک زبان خصوصاً ان علاقوں میں جہاں مختلف درجاتِ شعور کی ایک بڑی تالیف واقع ہوئی ہے، اظہار کے سارے تقاضے پورے نہیں کر سکتی جس طرح ع.بی زبان کی تمام تقدیسی جہتوں کے باوجود اسے پاکستان میں انتظامی زبان کے طور پر نافذ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح پاکستانی زبانوں کا پھیلا ہوا نظام شخصیت کی تعمیر و تنظیم کرتا ہے، اس میں گہرائی پیدا کرتا ہے، لیکن اپنے مزاج کے اعتبار سے انتظامی ضرورتوں کو کفایت نہیں کر سکتا۔ ان زبانوں کی اسی جہت سے اُردو کی تشکیل ہوئی ہے، اور اس کا مزاج متعین ہوا ہے۔ اردو انہی زبانوں سے اکتسابِ حیات کرتی ہے اور انہی زبانوں کے اثرات کے تحت تغیر آشنا رہتی ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے طور پر برصغیر میں اردو زبان مسلم زبانوں کی متفقہ جہتِ وحدت ہے اور اسی لیے میراثِ مشترک ہے۔ خرابی اس ذہنیت سے پیدا ہوتی ہے جہاں زبان کو روح کا ترجمان بنانے کی بجائے انا کا ترجمان بنالیا جاتا ہے۔ اس مزاج کا آغاز بھی " اردو والوں " کی طرف سے ہوا تھا، لیکن پاکستان میں یہ زبان ایک نئی تقدیر کی حامل ہے اور وہ تقدیر یہ کہ جن عناصر سے پاکستان کی ترکیب ہوئی ہے اور جن سے اس کا مزاج متعین ہو رہا ہے، ان کو سمیٹ کر اردو قومی وسعتِ قلب اور وحدتِ خیال کی نمائندہ بنے، یہی یک جہتی کی اصل راہ ہے۔

سراج منیر